اسلام کا برتاؤ غیر مسلموں کے ساتھ

(از مولوی عبدالصبور صاحب صابر بستوی متعلم جماعت رابعہ مدرسہ رحمانیہ دہلی)

دنیا کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ حق و باطل کی معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں اور مضمون اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی حق ہی غالب آتا رہا چنانچہ دین اسلام جب اپنے اصلی خد و خال کے ساتھ نمودار ہوا اور اس کی ضیا پاش کرنیں آفتاب عالمتاب کی طرح جملہ اطراف واکناف میں تنویر بخش ثابت ہونے لگیں اور اسلام بحر مواج کی طرح موجیں مارتا ہوا ہر گوشہ میں پہنچنے لگا تو حق اہل باطل کی نظروں میں خلش خار چبھنے لگا اسلئے انھوں نے یہ ترکیب سوچی کہ کسی طرح لوگوں کو دین اسلام سے برگشتہ اور منحرف کیا جائے اور ابھی ابھی جبکہ اسلام اپنی ابتدائی منزلوں میں ہی تھا۔ یورپ کے ارباب حل و عقد کو اس سے ایک خطرہ محسوس ہوا۔ اور اس کا ایک علاج یہ سوچا کہ دنیا میں اسلام کے خلاف ایسا غلط پروپیگنڈا کیا جائے کہ عام طور پر لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو جائے اور لوگ اسے عزت و احترام کی نظر سے نہ دیکھیں، اور نہ اس کی تعلیمات پر غور کرنیکا ان کے دلوں میں شوق و جذبہ پیدا ہو چنانچہ اس کے مطابق نئی اسکیمیں تیار کی گئیں اسلام کے خلاف نئے نئے الزامات تراشے گئے اسکو بدنام کرنے کی پوری کوششیں کی گئیں اور لوگوں کے دلوں میں یہ غلط بات بٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کل کے زمانہ میں بھی یوروپین دنیا میں جہاں کہیں اسلام کا نام آجاتا ہے فوراً قتل و خونریزی غارتگری وغداری کے ہولناک مناظر ان کی نظروں کے سامنے آجاتے ہیں۔

پھر ان فرنگی مورخین کی اس معاندانہ روش کی تقلید بھارت کے متعصب ہندوؤں نے بھی کی (جنکی آبپاشی سوامی دیانند جی کے ذریعہ ہوئی تھی) اور اپنے مناسب حال یہ مرقع تیار کر لیا کہ "مسلمان غاصب تھے ڈاکو تھے انھوں نے دیش کا کلچر بدل ڈالا۔ آٹھ کروڑ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنا ڈالا" لیکن ان سے کون کہے کہ آپ خود سر بگریباں ہو کر اپنے کو دیکھ لیجئے پھر مسلمانوں کے اوپر نظر اٹھائیے مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم بالتفصیل بتا دیتے کہ راجہ داہر جس سے فاتح ہند محمد بن قاسم کو لڑنا پڑا، خود اس عہد میں ان کا طرز عمل کیا تھا اور فاتح ہند محمد بن قاسم کو کیوں لڑنا پڑا۔ نیز جس وقت وسط ایشیا سے آریہ فرقہ نے ہندوستان پر حملہ کر کے اسکو فتح کر لیا تو مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اور ان کے پولیٹکل حقوق کی کہاں تک نگہداشت کی گئی اور جنھوں نے ان کی غلامی کو قبول نہ کیا انھیں کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، کمزور طبقہ کے لوگوں کو شودر، ملیچھ وغیرہ کیوں بنایا گیا۔ غریب اقوام کیلئے کس قسم کا قانون بنایا گیا۔ پھر ہمارے ہندو دوستوں کو معلوم ہوتا کہ اپنا گھر شیشے کا بنا کر دوسروں کے گھروں پر پتھر برسانا کہاں کی دانشمندی ہے۔

بہر حال آئیے۔ ذرا واقعات، مخالفین کے بیانات، اسلام کی تعلیمات، کی روشنی میں اس حقیقت کو جانچیں کہ آخر ان

الزامات کی کہاں تک اصلیت ہے کیا واقعی اسلام اپنی صداقت کی وجہ سے نہیں بلکہ تلوار کے زور سے لوگوں میں پھیلا؟ کیا درحقیقت اسلام کا برتاؤ غیر مسلموں کے ساتھ ظالمانہ تھا؟

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا تھوڑی سی مدت میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی سے آپ کو تعجب ہے کہ وہ کیونکر پھیلا۔ حق یہ ہے کہ اسلام اپنی سچائی کی وجہ سے پھیلا اور رفتہ رفتہ لوگوں کے قلوب کو مسخر کرتا گیا۔ رؤسا، قریش نیز اقوام عرب میں سے بیشتر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے جنھیں صحابہ کرام کے لقب سے ملقب کیا گیا جنکی وجہ سے اسلام کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی۔ اسلام اور بانی اسلام نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی مخلصانہ وہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا سب کے دلوں میں جگہ بنالی اور اس طریقے سے راستبازوں کیلئے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی کیونکہ نیکی اور صداقت ظلم وجہالت کو مغلوب کرسکتی ہے۔

اسلام کی سچی تعلیم کو ملاحظہ فرماکر روسائے قریش صہیب رومیؓ عدیس نینوائیؓ بلال حبشیؓ عمر قرشیؓ ابوذر غفاریؓ ابوہریرہؓ دوسی حذیفہ یمانیؓ آتش پرست سلمان یہودیت نواز عبداللہ بن سلام مسندہائے امامت کو چھوڑکر کشتی اسلام پر سوار ہوگئے۔ آخر ان کیلئے کس قسم کی شمشیر کا استعمال کیا گیا تھا تھوڑی سی جمعیت مگر متحدہ قوت دم کے دم میں عراق ترکستان خراسان سیستان ہندوستان کو مسخر کرلیتی ہے دوسری جست میں افریقہ الجزائر ٹیونس مراکش اسپین پر بادل کی طرح چھا جاتی ہے یہ اسی تعلیم کا کرشمہ تھا جسکو ہمارے نبی فداہ ابی وامی لیکر مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ کسکو نہیں معلوم کہ وہ محض اپنی مرضی سے مسلمان ہوئے تھے۔ وہی خالد بن ولید جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی سپہ سالاری کرتا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا فرض اولین سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے اور لات وعزیٰ کا قلع قمع کرتا ہے اور اسلامی فتوحات میں گرمجوش جرنیل کا درجہ پاتا ہے وہی عروہ بن مسعود جو حدیبیہ میں آنحضرتؐ کو مکہ میں داخل ہونیسے روکنے کیلئے قریش کا سفیر بنکر آیا تھا خود بخود مسلمان ہوکر اسلامی خدمات میں اپنی جان قربان کردیتا ہے الغرض اس قسم کے واقعات اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ ان لوگوں پر تلوار کا کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا بلکہ ان پر صرف اسلام کی تعلیمات اور پیغمبر علیہ السلام کی زندگی نے اثر ڈالا تھا اسلام کی حیرت انگیز ترقی دیکھکر امریکہ کا مشہور عالم "ڈریپر" بے اختیار بول اٹھتا ہے کہ "کوئی مذہب اتنی جلدی اور اسقدر وسعت کے ساتھ نہ پھیلا جیسا کہ اسلام تھوڑے ہی عرصہ میں کوہ الثائی سے لیکر بحر الکاہل تک اور ایشیا کے مرکز سے لیکر افریقہ کے جنوبی کنارہ تک جا پہونچا"

اسلام کی ہمہ گیر تعلیم نے لوگوں کے قلوب کو اسقدر گرویدہ کیا کہ اپنی جان فدا کردینا قبول کرلیتے ہیں لیکن اسلام سے برگشتگی کو اپنی موت سمجھتے ہیں۔ حضرت بلالؓ کو دیکھو جلتی ہوئی ریت پر لٹا دیئے جاتے ہیں ایک گرم پتھر ان کے سینے پر باندھ دیا جاتا ہے اور خدائے واحد سے انحراف پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن مردانہ وار جملہ تکالیف برداشت کرتے ہیں اور زبان حقیقت ترجمان سے اَحَدٌ اَحَدٌ جاری ہے یہ اسلامی تعلیم کا کرشمہ تھا وہ جو حالت کفر میں سخت تھے وہ اسلام میں بھی

سخت ثابت ہوتے ہیں جاں ستاں جاں نثار ثابت ہوتے ہیں بڑے بڑے شہنشاہ اپنی جبین نیاز کو خم کردیتے ہیں۔ جو شخص سیرت خیر الانام سے واقفیت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اسلام نے نہ صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہی کا فریضہ انجام دیا بلکہ وحشی اور ناتربیت یافتہ اقوام کو تہذیب و شائستگی سے آراستہ ان کی روحانی زندگی کو خوشگوار بنایا اُن میں زندگی کی تمام خوبیاں جمع کردیں۔

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اس میں شک نہیں کہ اسلام بمقابلہ جملہ مذاہب امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اسلام اپنے ہر حکم میں امن و سلامتی صلح و شانتی کی روح رکھتا ہے اسلام دنیا کی فضا کو امن و سلامتی سے معمور کرنا چاہتا ہے دنیا میں خدائے عز وجل نے مسلمانوں کو اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ دنیا میں امن عامہ پیدا کریں کمزور اور مظلوم اقوام کے سلاسل غلامی کو کاٹ کر ان کو پنجۂ استبداد سے رہائی دلادیں فتنہ و فساد قتل و خونریزی کا قلع قمع کردیں اسلام ہی نے اپنے متبعین کو یہ تعلیم دی کہ ماتحت اقوام کے ساتھ رواداری سے کام لیں ان کے حقوق و مراسم کا ویسے ہی خیال رکھیں جیسا کہ اہل اسلام کا۔

اگر آنحضورؐ کی زندگی کا بامعان نظر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ قیام امن اور ملک کی بدامنی کو دور کرنے کے لئے ہر وقت سرگرم عمل رہا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرق مقدس پر تاج نبوت رکھنے سے پہلے مکہ کی عام آبادی میں بدامنی کے نقصانات واضح کردیئے اور آخر جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے یہودیوں سے معاہدہ کرکے قیام امن کی خاطر ایک انجمن قائم کرکے تعمیر ملت کیلئے امن و سکون کی فضا پیدا کی۔

مذکورہ بالا دعوی کی مزید توثیق کیلئے ناظرین کو ڈاکٹر گستاولی بان مصنف تمدن عرب و تمدن ہند کے اس قول کیطرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ لکھتے ہیں کہ "جب ہم فتوحات عرب پر نگاہ ڈالتے ہیں اور ان کی کامیابی پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے کام نہ لیا گیا کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذاہب کی پابندی میں آزاد چھوڑدیتے ہیں اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کرلیا اور بالآخر ان کی زبان کو اختیار کرلیا تو یہ محض اسوجہ سے تھا کہ انھوں نے اپنے جدید حاکموں کو ان قدیم حاکموں سے جنکی حکومت میں اسوقت تھے بہت زیادہ منصف پایا۔ ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے اچھا پایا یہ امر تاریخ سے ثابت ہوچکا ہے کیونکہ مذہب بزور شمشیر نہیں پھیل سکتا۔ (تمدن عرب ص۱۲۱)

اب کوئی منصف مزاج ایک غیر مسلم کے اس بیان پر غور کرے اور فیصلہ کرے کہ اسلام کی ترقی کے اسباب کیا تھے؟ —

ذیل میں ہم تاریخی واقعات نیز مخالفین کے بیانات سے آپ پر یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم غیر مسلموں سے کس قسم کے سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسلام کا اپنے عروج کے زمانے میں غیر مسلموں کے ساتھ کیسا برتاؤ رہا ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ سختی سے مت پیش آؤ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر تم ان میں دعوت و تبلیغ کرنا چاہو تو وہ طریقہ اختیار کرو جس سے صرف افہام و تفہیم مقصود ہو۔ فرمایا اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ الخ (نحل ع ۱۶ پ ۱۴) یعنی لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف دانائی اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلاؤ۔

قرآن عزیز نبی کریم کے متعلق فرماتا ہے کہ ترقی اسلام کا سب سے بڑا سبب آپکا اخلاق اور نرم دلی ہے وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ الخ (آل عمران ع ۱۷) یعنی اگر آپ سخت دلی سے پیش آتے اور غیر اقوام کے ساتھ اگر آپ کا جابرانہ سلوک ہوتا تو لوگ اپنی توجہ آپ کی طرف سے ہٹا لیتے۔ قرآن میں جہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم ملتا ہے۔ وہاں یہ بھی حکم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر وقت صلح کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ جنگ صرف دو وجہوں سے جائز ہوسکتی ہے۔ اول مدافعت کیلئے دوم اصلاح کیلئے۔ یعنی دنیا میں امن و سلامتی برقرار رکھنے کیلئے اب اگر یہ مقصد بغیر جنگ کے حاصل ہو تو اسے فوراً قبول کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا۔ (نساء ع ۱۲) یعنی جب تمہارے دشمن جنگ سے ہاتھ اٹھا لیں تو تم ان کے مقابلہ میں تلوار نہ اٹھاؤ اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ صلح کرنا چاہتے ہیں تو تم ان سے صلح کرو اگر وہ تم سے ہاتھ روک لیں لڑنا چھوڑ دیں اور تمہارے پاس پیغام صلح بھیجدیں تو پھر تمہیں دست درازی کا کوئی حق نہیں اللہ نے ایسی صورت میں تمہارے لئے ان کے اوپر کوئی راستہ نہیں نکالا ہے پھر فرمایا وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ (توبہ ع ۱) یعنی اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ میں لے لو۔

اسلام کی سب سے اعلیٰ تعلیم یہ ہے کہ قرآن آنحضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ۔ یعنی اے نبی کریم کہدو کہ اے کافرو! ہم جو پوجتے ہیں اس سے تمہیں انکار ہے اور تم جسکی پرستش کرتے ہو اس سے ہمیں انکار ہے لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝ ہمارا دین ہمارے لئے تمہارا دین تمہارے لئے تم پر ہم کسی قسم کا جبر نہیں کرتے اب یہ دیکھئے کہ غیر مسلم اقوام جو اسلامی حکومت کے دائرہ میں تھیں ان کے ساتھ سلوک برتنے کیلئے شارع اسلام نے کس قسم کے قواعد مرتب فرمائے۔ فتح مکہ سے قبل کوئی غیر مسلم قوم بحیثیت رعایا کے نہ تھی فتح مکہ کے بعد بہت سی قومیں اسلامی دائرہ میں داخل ہوئیں اور جو مسلمان نہیں ہوئے ان کے لئے حسب ذیل قوانین مرتب فرمائے جن پر خلفائے راشدین کے عہد میں پوری طرح عمل ہوا۔ (۱) کوئی دشمن کسی ذمی پر حملہ کرے گا تو اسکی مدافعت کی جاویگی (۲) جزیہ کی ادائیگی کے لئے انھیں محصل کے پاس نہ جانا ہوگا بلکہ محصل خود آکر وصول کرے گا۔ (۳) ذمیوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہ کیا جاویگا (۴) ان کی جان و مال کا تحفظ کیا جاویگا (۵) ان کے تجارتی قافلوں کا انتظام اسلامی حکومت کریگی (۶) انکی آراضیات پر کوئی غاصبانہ قبضہ نہ کیا جاویگا (۷) ان سے فوجی خدمت نہ لی جاویگی اور نہ جزیہ کے علاوہ کوئی اور رقم طلب کی جائیگی۔

ان قوانین کا اندازہ ان اعلانات سے لگائیے جو غیر مسلموں کی حفاظت اپنے ہاتھ میں لیتے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمائے تھے جیسا کہ آپ نے نجران کے عیسائیوں کو لکھکر دیا تھا۔ ولنجران وحاشیتها جوار الله وذمة محمد النبي صلى الله عليه وسلم على انفسهم واموالهم وملتهم وارضهم وغائبهم وشاهدهم لا يغير ما كانوا

علیه ولا یغیر من حقوقهم وامثلتهم ولا یفتن اسقف من اسقفته ولا راهبٌ عن رهبانیة ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضهم جیش (کتاب الخراج لامام ابی یوسف) یعنی نجران اور اسکے باشندگان اور اطراف وجوانب کے لوگوں کو اللہ کی طرف سے پناہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے مالوں انکے نفسوں ان کے مذہب ان کی زمین وغیرہ کی حفاظت کا ذمہ دیا جاتا ہے سب کے سب پہلی حالت پر باقی رکھے جاویں گے ان کے حقوق میں کوئی تغیر وتبدل نہ کیا جائیگا کوئی پادری اور کوئی راھب اپنے طریقہ و مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائیگا نہ ان کو شہر بدر کیا جاویگا نہ عشر لیا جاویگا نہ کوئی لشکر انکو تباہ کریگا نہ کوئی لشکر انکی زمین کو روندیگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اصول مرتبہ نبوی پر خلفائے اسلام نے کہاں تک عمل کیا سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب حیرہ پر مسلمانوں کا تسلط ہوا تو وہاں کے عیسائیوں کو آپ نے یہ عہدنامہ لکھکر دیا لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة ولا یمنعون من ضرب النواقیس ولا من اخراج الصلبان فی یوم عیدهم (کتاب الخراج لامام ابی یوسف ملک) یعنی ان کے گرجے اور عبادتخانے ڈھائے نہیں جائیں گے۔ ان کو صلیب نکالنے اور سنکھ بجانے سے منع نہ کیا جائیگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک عورت نے مسلمانوں کی ہجو میں چند اشعار کہے جنکو ایک افسر نے سنکر اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا چنانچہ یہ خبر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہنچی آپ نے اس افسر کو خط لکھا کہ "اگر وہ مسلمان تھی تو اسے کوئی معمولی سزا دینی چاہیئے تاکہ اسے ایک گونہ تنبیہ ہوجاتی اور اگر وہ ذمی تھی تو اسے درگذر کرنا چاہیئے کیونکہ ہم نے ذمیوں کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری لیلی ہے جب ہم ان کے شرک سے چشم پوشی کرتے ہیں تو یہ جرم تو بہت معمولی تھا" (تاریخ طبری واقعات سنہ ۱۱ھ)۔

اسکے بعد سیدنا حضرت عمرؓ کا زمانہ شروع ہوتا ہے اکثر قوانین نبوی کا نفاذ عملاً آپ ہی کے زمانہ میں ہوا تھا۔ آپ کے عہد میں اسلامی تصویر عملاً مکمل ہوچکی تھی۔ آپ کی خلافت کے متعلق بہت غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں اسلئے ہم چند واقعات سے ان الزامات کا قلع قمع کردینا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یروشلم جب فتح ہوا تو آپ نے وہاں کے ذمیوں کیلئے ایک عہدنامہ لکھوایا جس سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفتوح ومغلوب ہونیکی حیثیت سے ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا گیا عہدنامہ یہ ہے۔ "یروشلم کے ذمیوں غیر مسلم رعایا کو ان کی جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے ان کی زمینوں ان کے مذہب میں کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائیگا ان کے کلیساؤں معبدوں کو نہ منہدم کیا جائیگا نہ کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائیگا۔ ان کے اوقاف کو بحال رکھا جائیگا۔ اہل یروشلم کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزادی ہوگی۔ ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائیگا۔ (اسلام اور مذہبی رواداری مؤلفہ پرویزبی۔ اے)

ہرقل نے اسی یروشلم میں قیامت برپا کر رکھی تھی اور جسقدر مظالم وہاں کے یہودیوں پر توڑے جاتے تھے اس کے متعلق ایک یعقوبی فرقہ کا بطریق لکھتا ہے کہ "ہرقل نے اپنی مملکت میں اعلان کر رکھا تھا کہ جو عیسائی اس کا ہم خیال نہ ہو

اس کی ناک کاٹ ڈالی جائے اس کا گھر لوٹ لیا جائے۔ یعقوبی فرقہ کے عیسائیوں کو اپنے سامنے نہیں آنے دیتا تھا یہی وجہ تھی کہ خدائے عزوجل نے اسمعیلؑ کے گھرانے سے ایک ایسی ہستی کو مبعوث فرمایا جس نے ظالم رومیوں کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلائی۔ ان علاقوں کو فتح کر لینے کے بعد مسلمانوں نے کسی عیسائی سے اسکے مذہب کے معاملہ میں تعرض نہ کیا۔" (اسلام اور مذہبی رواداری)۔ ذمیوں کے حقوق کے متعلق حضرت عمرؓ کو اتنا خیال تھا کہ ان کے متعلق آپ کے آخری الفاظ یہ تھے "میں ذمیوں کے حقوق اپنے جانشین کے سپرد کرتا ہوں ان کو خدا و رسولؐ نے پناہ دے رکھی ہے اسلئے میرے جانشین کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جو معاہدے ان کے ساتھ ہوئے ہیں ان پر شدت سے پابندی ہو ان پر کسی قسم کا زائد بوجھ نہ ڈالا جائے"۔ (طبقات ابن سعد جس کی تائید آرنلڈ نے بھی کی ہے)۔

اسکے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ شروع ہوتا ہے اس دور میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ جو برتاؤ ہوا اس کا اندازہ اس ایک ہی شہادت سے ہو سکتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مرو کے ایک بطریق (پادری) نے ایران کے لارڈ بشپ کو ایک خط لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں "اہل عرب جن کو خدائے واحد نے تمام دنیا کا بادشاہ بنایا ہے ہمارے مذہب پر کوئی حملہ نہیں کرتے ہماری عبادت گاہوں کیلئے عطیے دیتے ہیں ہماری مذہبی روایات کا پورا لحاظ رکھتے ہیں ان کی حکومت میں ہمیں ہر طرح کی آزادی ہے مذہبی کاموں میں اعانت کرتے ہیں (رسالہ ترجمان القرآن ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ)

اس کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کا آغاز ہوتا ہے آپ کی خلافت کا مہتم بالشان واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا۔ آپ کے حکم سے مسلمان کو گرفتار کیا گیا اور مقتول کے خاندان کو سپرد کر دیا گیا جب قبیلے والوں نے دیت لیکر قاتل کو رہا کر دیا تو حضرت علیؓ نے قبیلہ والوں سے دریافت کیا کہ تم لوگوں نے قاتل کے قبیلے کے ڈر سے اسکو رہا کر دیا تو مقتول کے قبیلے والوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم نے اپنی خوشی سے کیا ہے (زیلعی ص۲۹)

اس سے بڑھکر وہ واقعہ کسکو نہیں معلوم کہ جنگ صفین میں جاتے وقت آپ کی زرہ گم ہو جاتی ہے لیکن جنگ سے واپس آنے کے بعد وہی زرہ آپ ایک یہودی کے پاس دیکھتے ہیں اور اس سے مطالبہ کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ زرہ ہمارے پاس سالہا سال سے ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن آپ باوجود جملہ اختیارات کے عام آدمیوں کی طرح مقدمہ دائر کرتے ہیں۔ جب آپ مدعی ہونے کی حیثیت سے مسلمان قاضی (جج) کے سامنے حاضر ہوتے ہیں، تو وہ آپ سے شہادت طلب کرتا ہے۔ آپ گواہی میں اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیش کرتے ہیں۔ حاکم اس کا لحاظ نہیں کرتا کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں۔ ایک جلیل القدر صحابی ہیں بلکہ اس اسلامی اصول کے ماتحت کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں، اس معاملہ میں حضرت حسنؓ کی شہادت نامنظور کر دیتا ہے۔ یہ بے نظیر انصاف دیکھکر یہودی حیران ہو گیا۔ اور فوراً اسلام قبول کر لیا (ترجمان القرآن مذکور) بعد کے خلفاء بھی انھیں روایات کو ملحوظ خاطر رکھکر اپنا لائحہ عمل امن و رواداری، عدل و انصاف کے ساتھ مرتب کیا کرتے تھے۔